قرآن کریم کے آئینے میں منتخب انبیائے کرام کی زوجات: اخلاق، رویے اور اثرات

Model wives of the Prophets in the Quran: Their roles and behaviours

ڈاکٹر حشمت بیگم* ڈاکٹر حافظ آفتاب احمد**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v8i2.2

Received: Aug 13,2025
Accepted: Nov 15, 2025
Published: Dec,2025

Abstract

The Qur'an does not relate historical events in the form of stories merely to entertain or capture curiosity. Rather, it presents them to impart guidance and lessons. For this reason, when recounting historical events, the Qur'an highlights only those aspects that are directly connected to its purpose. The account of a single prophet may appear across multiple surahs, and each mention carries a distinct lesson. Accordingly, the details of the same event are presented differently, depending on the message being conveyed.

Likewise, the Qur'an contains numerous accounts of women, including both believers and disbelievers. Why has Allah chosen to mention these women in the Qur'an? What were the deeds that earned some of them the glad tidings of Paradise, and what actions, habits, and attitudes led others to failure in this world and the Hereafter? The primary aim of my article is to draw practical guidance for our own lives from these accounts.

In this article, I focus specifically on those wives of the prophets who understood the message of their Lord and stood beside their husbands in conveying it. They endured hardship in the path of Allah but never turned away from the path of truth. These women serve as guiding examples for us.

Keywords: Qur'an, guidance, wives of the prophets, actions, habits, and attitudes.

تمہید

*Post-Doctoral Fellow, Islamic Research Intitute, International Islamic University, Islamabad. hashmat.begum@sbbwu.edu.pk(Correspondence Author)

**Head, Department of Comparative Study of World Religions, Islamic Research Institute, International Islamic University, Faisal Masjid Campus, Islamabad. aftab.ahmad@iiu.edu.pk

قرآن مجید محض عقائد اور عبادات تک محدود الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانی کردار کی تشکیل، اخلاقی قدروں کی مضبوطی اور عملی زندگی کی درست سمت متعین کرنے کا بھی مکمل ضابطہ ہے۔ اس میں انبیائے کرام کے حالاتِ زندگی کے ساتھ ان کے گھریلو ماحول کا ذکر، خصوصاً ان کی زوجات کے کردار کی نشاندہی، اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ حق کا پیغام صرف دعوت اور تبلیغ کے میدان تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کا پہلا اور سب سے مؤثر اظہار انسان کے اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ منتخب انبیائے کرام کی زوجات کے اخلاق، ان کے رویّے، صبر، وفاداری اور استقامت قرآن کے آئینے میں اس طرح نمایاں ہوتے ہیں کہ وہ ایمان کی عملی شکل بن کر سامنے آتے ہیں۔ یہ مثالیں ہمیں بتاتی ہیں کہ ایک صالح اور باکردار عورت کس طرح نہ صرف اپنے شریکِ حیات کا سہارا بنتی ہے بلکہ حق کی دعوت کے فروغ اور اس کے اثرات میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ یہی مضمون ان معزز خواتین کے کردار کا سنجیدہ مطالعہ پیش کرتا ہے تاکہ قرآن کی روشنی میں ان کے اخلاقی اوصاف اور عملی طرزِ عمل سے موجودہ دور کے لیے واضح اور قابلِ عمل رہنمائی حاصل کی جاسکے۔

قرآنِ کریم میں جہاں انبیائے کرام کی زوجات کا ذکر آیا ہے، وہاں ان کے رویوں اور انجام کو ایک اصولی معیار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ واضح کیا گیا ہے کہ نبوت سے قریبی نسبت بھی اس وقت بامعنی ہوتی ہے جب اس کے ساتھ ایمان اور صالح عمل موجود ہو۔ بعض خواتین کو حق کے ساتھ استقامت کی مثال بنا کر پیش کیا گیا، جبکہ بعض کے تذکرے کے ذریعے یہ حقیقت آشکار کی گئی کہ غلط طرزِ فکر اور رویّہ انسان کو بلند نسبت کے باوجود خسارے سے نہیں بچا سکتا۔ انہی قرآنی اشارات کی بنیاد پر یہ مضمون منتخب انبیائے کرام کی زوجات کے کردار کا مطالعہ پیش کرتا ہے، تاکہ ان کے طرزِ عمل اور نتائج سے آج کے انسان کے لیے فکری اور عملی رہنمائی اخذ کی جاسکے۔

حضرت حوّا علیہا السلام

قرآن مجید میں حوا علیہا السلام کا تذکرہ براہ راست نام لے کر نہیں کیا گیا، بلکہ ان کا ذکر عمومی طور پر آدم علیہ السلام کے ساتھ آیا ہے۔ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی اور موجودہ تمام انسانی نسل کی ماں ہیں۔ حضرت ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت حوا کا نام حوا اس لئے ہے کہ وہ ہر زندہ شخص کی ماں ہے۔[1] حوا علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک حیات کے طور پر بنایا گیا، جو ازدواجی تعلقات کی اہمیت اور میاں بیوی کے درمیان محبت اور تعاون کی بنیاد کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی مقصد بتایا ہے۔ مرد و زن دونوں سے ایک دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے اور ان کی باہمی رفاقت ایک دوسرے کے لئے سکون قلب کا باعث ہوتی ہے۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔[2]

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ بنا لئے تمہارے واسطے تمہاری قسم سے جوڑے کہ چین سے رہو ان کے پاس اور رکھا تمہارے بیچ میں پیار و مہربانی، البتہ اس میں بہت پتہ کی باتیں ہیں ان کے لیے جو دھیان کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کی رفاقت میں بڑے مسرور اور سعادت مند تھے۔ اپنی زوجہ کی رفاقت میں وہ جنت کی بے شمار نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے جو وہ پہلے انفرادی زندگی میں نہیں تھے۔ وہ جنت میں جہاں چاہتے سیر کرتے اور اپنی زوجہ سے ڈھیر ساری باتیں کرتے۔

جب آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام سے جنت میں ایک غلطی سرزد ہوئی، تو انہوں نے اللہ سے معافی مانگی اور توبہ کی[3]۔ یہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ انسان غلطی کا پتلا ہے، لیکن معافی اور توبہ کے ذریعے اللہ کی رحمت حاصل کی جا سکتی ہے۔

زمیں پر اترنے کے بعد آدم اور حواء علیہما السلام کو زندگی گزارنے کے لئے سخت محنت کرنی پڑی۔ آدم علیہ السلام اگر کھتی باڑی کرتے، ہل چلاتے یا لباس بنتے، وہاں حواء علیہ السلام آٹا گوندتی، روٹی تیار کرتی اور اُون کاتی۔[4] تعمیر کعبہ کا جب حکم ہوا تو حوا علیہ السلام نے روئے زمین پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پہلی گھر کی تعمیر میں اپنے شوہر کی مدد کی۔

"بعث الله جبريل إلى آدم وحواء فقال لهما ابنيا لي بيتًا فخط جبريل فجعل آدم يحفر وحواء تنقل حتى أجابه الماء ثم نودي من تحته حسبك يا آدم فلما بناه أوحى الله إليه أن يطوف به وقيل له أنت أول الناس وهذا أَوَّلُ بَيْتٍ"[5]

اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ ایک گھر بنائیں۔ جبریل علیہ السلام نے ان کے لیے نشان لگا دیا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے کھدائی شروع کی اور حوا علیہا السلام مٹی اٹھاتی رہیں۔ یہاں تک کہ پانی آ گیا اور نیچے سے آواز آئی، "اے آدم! کافی ہے۔" پھر انہوں نے اس گھر کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور فرمایا کہ تم پہلے انسان ہو اور یہ پہلا گھر ہے

۔

حضرت حوا کو پہلی عورت اور پہلی ماں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان سے نسلِ انسانی کا آغاز ہوا اور وہ تمام انسانوں کی ماں قرار پائیں۔ ان کو بھی دوسری ماؤں کی طرح حمل ٹھہرتا اور وضع حمل کی تکلیف اٹھانا پڑتی۔ انھوں نے آدم علیہ السلام کی زوجیت میں چالیس بچوں کو جنم دیا۔[6] انہوں نے اولاد کی پرورش اور تربیت میں ماں کا اولین کردار ادا کیا۔ حضرت حوا نے اپنے بچوں کی پرورش و تربیت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کی اور انہیں اخلاقیات، محنت، اور زندگی گزارنے کے اصول سکھائے۔ تاریخ دانوں کے مطابق آدم اور حوا علیہما

السلام کا بڑا بیٹا قابیل وسیع پیمانے پر کھیتی باڑی کرتا تھا اور دوسرا بیٹا ہابیل بھیڑ بکریاں چراتا اور گزر بسر کرتا۔[7]

قاتل اور مقتول کی ماں:

حضرت حوا علیہا السلام کا کردار بطور ماں اُس وقت اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گیا جب ان کے دو بیٹوں، ہابیل اور قابیل، کے درمیان تنازعہ پیش آیا، جو بعد میں ایک المناک واقعے پر منتج ہوا۔ اس واقعے نے انسانی تاریخ میں پہلا قتل ثابت کیا۔ حضرت حوا علیہا السلام نے اپنے دو بیٹوں میں سے ایک کو دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھا، جو کسی بھی ماں کے لیے انتہائی غمناک اور دل دہلا دینے والا واقعہ ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا پہلا قتل تھا اور حضرت حوا کا دل اس صدمے سے ٹوٹ گیا ہو گا۔ حضرت حوا علیہا السلام نے نہ صرف ایک بیٹے کی موت کا صدمہ جھیلا، بلکہ دوسرے بیٹے کے قاتل ہونے کا دکھ بھی سہا۔ یہ ان کی شخصیت کی صبر و برداشت کی عکاسی کرتا ہے، کہ ایک ماں ہونے کے ناطے انہوں نے اس اندوہناک صورتحال کو تحمل سے جھیلنے کی کوشش کی۔

مذکورہ بالا تفصیل کا خلاصہ یوں بنتا ہے:

- قرآنِ کریم حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کے واقعے کو انسان کی مشترکہ آزمائش کے طور پر بیان کرتا ہے، جہاں لغزش کو کسی ایک فرد یا جنس سے منسوب نہیں کیا گیا۔
- قرآن کے مطابق شیطان نے دونوں کو بہکایا، جیسا کہ "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ" سے واضح ہوتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذمہ داری مشترک تھی، نہ کہ صرف حضرت حوّا علیہا السلام پر۔
- لغزش کے بعد حضرت آدم اور حضرت حوّا دونوں نے مل کر اللہ کے حضور توبہ کی، "قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا"، جو توبہ، ندامت اور رجوع الی اللہ کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

- قرآن میں حضرت حوّا علیہا السلام کو کہیں بھی الزام یا ملامت کا نشانہ نہیں بنایا گیا، جو عورت کے بارے میں منفی تصورات کی واضح نفی کرتا ہے۔
- یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ انسانی کمزوری فطری ہے، مگر اللہ کی رحمت خطا کے بعد بھی بندے کو مایوس نہیں کرتی۔
- حضرت حوّا علیہا السلام کا کردار اس اصول کی عملی مثال ہے کہ اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کا معیار جنس نہیں بلکہ ایمان، شعور اور اصلاحِ نفس ہے۔

سیدہ سارہ علیہا السلام

حضرت سارہ علیہا السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجہ اور ان کی زندگی کی رفیقِ اوّل تھیں۔ تاریخی و تفسیری مصادر کے مطابق آپ کا نسب مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے، تاہم اس پر اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ آپ علیہا السلام ایک آزاد، شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی اور بنیادی زوجہ تھیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تمام ہجرتیں اور آزمائشیں شریک کیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ علیہا السلام کو حسنِ صورت کے ساتھ حسنِ سیرت سے بھی نوازا، اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کو ابتدا ہی میں دل و جان سے قبول کیا۔ قرآنِ کریم میں حضرت سارہ علیہا السلام کا ذکر نام کے ساتھ نہیں بلکہ واقعے کے پس منظر میں آیا ہے، خصوصاً اس موقع پر جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دی، جیسا کہ سورۃ ہود میں بیان ہوا ہے کہ: وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ () قَالَتْ يَا وَيْلَتَى أَأَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ[8] اس قرآنی بیان کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام اس وقت پردے میں تھیں اور براہِ راست گفتگو کا حصہ نہ ہوتے ہوئے بھی تمام واقعے سے باخبر تھیں، جو ان کے وقار اور حیا کی عکاسی کرتا ہے۔

حضرت سارہ علیہا السلام کا تعجب بڑھاپے میں اولاد کی بشارت پر ایک فطری انسانی ردِ عمل تھا، جسے تفاسیر نے حیرت کے دائرے میں رکھا ہے۔ ان کا طرزِ عمل اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ مضبوط ایمان عقل اور احساس کو رد نہیں کرتا بلکہ اللہ کی قدرت کے سامنے جھکا دیتا ہے۔ مجموعی طور پر حضرت سارہ علیہا السلام کا کردار صبر، وقار اور اللہ کے فیصلوں پر کامل اعتماد کی عملی تصویر ہے، جو ایک نبی کی زوجہ ہونے کے ناتے نہ صرف گھریلو زندگی میں سکون اور استحکام کا ذریعہ بنا بلکہ دعوتِ حق کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں بھی مؤثر ثابت ہوا۔

وقار اور حیا کا نمایاں پہلو

حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری دعوتی زندگی میں غیر معمولی صبر، وقار اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ ہجرت، مسلسل اسفار، نامساعد حالات اور طویل آزمائشوں کے باوجود ان کے طرزِ عمل میں شکایت یا اضطراب کا کوئی پہلو نمایاں نہیں ہوتا۔ تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مرحلے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے سہولت اور اطمینان کا باعث بنیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو مکمل رضا اور تسلیم کے ساتھ قبول کیا۔ اس طرزِ فکر میں جذباتی کمزوری کے بجائے شعوری استقامت اور باوقار طرزِ حیات جھلکتا ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام کا یہ طرزِ عمل ایک نبی کی زوجہ کے لیے مثالی گھریلو آداب، حیا اور وقار کی عملی تصویر ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اخلاقی استحکام دعوتِ حق کی مضبوطی میں خاموش مگر گہرا کردار ادا کرتا ہے۔[9] ان کی ثابت قدمی اور صبر نہ صرف ایک نبی کی رفاقت کا حق ادا کرتا ہے بلکہ تمام مومن خواتین کے لیے ایک ایسا نمونہ بھی فراہم کرتا ہے جس میں حیا، برداشت اور ایمان عملی صورت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔[10]

اسلامی روایات میں مثالی مؤمنہ

اسلامی روایت میں حضرت سارہ علیہا السلام کو ایک مثالی مؤمنہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

- توازن :نہ تو انہیں حسد و عناد کی علامت بنایا گیا، نہ ہی غیر واقعی معجزاتی کہانیوں میں الجھایا گیا۔
- احترام :انہیں اہلِ بیتِ نبوت کی محترم رکن کے طور پر پیش کیا گیا۔
- اخلاقی قدروں پر زور :ان کے صبر ،ایمان اور وقار کو نمایاں کیا گیا۔[11]

معاصر زندگی کے لیے دروس و سبق

صبر کا جدید مفہوم،یعنی حضرت سارہ علیہا السلام کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے(۱): مقدر پر رضا،یعنی زندگی کی ہر محرومی اور تاخیر میں اللہ کی حکمت پر بھروسہ رکھیں۔(۲): اور دوم مستقبل کی امید،یعنی بظاہر ناممکن حالات میں بھی اللہ کی قدرت سے مایوس نہ ہوں۔

گھریلو وقار کا تحفظ(۱): حیاو پردہ،یعنی ان کا گھر میں موجود رہنا اور باادب انداز ہمارے لیے نمونہ ہے۔(۲): خاندانی تقدس،یعنی ان کا گھرانہ "اہل البیت" کہلا کر برکت کا مستحق ٹھہرا۔

لہذا واضح ہوا کہ، حضرت سارہ علیہا السلام کی شخصیت قرآن و حدیث میں ایک درخشندہ ستارے کی مانند ہے جو ہمیں یہ ابدی پیغام دیتی ہے کہ: اللہ کی رحمت ہر شرط سے ماورا ہے جس میں عمر، صحت، وقت اور اسباب کی قیود اللہ کی رحمت کے آگے بے معنی ہیں۔ اور اللہ جب چاہے، جیسے چاہے، اپنا فضل فرماتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ ایمان صبر کو جنم دیتا ہے۔ سچا ایمان ہی انسان کو طویل امتحانوں میں ثابت قدم رکھ سکتا ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کی زندگی ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ حقیقی کامیابی ایمان، صبر اور اللہ پر توکل میں ہے۔ ان کا کردار ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ کی رحمت ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے، بشرطیکہ ہمارا ایمان ثابت قدم اور ہمارا صبر حقیقی ہو۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام

ہجرت اور گھریلو پس منظر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام اور مصری کنیز حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ مصر سے فلسطین تشریف لائے اور بعد ازاں بیت المقدس کے اطراف میں سکونت اختیار

کی۔ قرآنِ کریم کے مطابق یہ خطہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی برکتوں کا حامل تھا، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتی زندگی کو استحکام ملا۔ اس گھریلو ماحول میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کی خدمت پر مامور تھیں، جو اس دور کے سماجی نظام کے مطابق ایک معروف صورت تھی۔[12]

اولاد کی محرومی اور حضرت سارہ علیہا السلام کی داخلی کیفیت

حضرت سارہ علیہا السلام طویل عرصے تک اولاد کی نعمت سے محروم رہیں۔ بڑھتی عمر، جسمانی کمزوری اور سفید ہوتے بال ان کی آزمائش میں اضافہ کرتے گئے، جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عمر میں ان سے بڑے ہونے کے باوجود دعوت اور عبادت میں مصروف رہے۔ تفسیری روایات کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں اولاد کی خواہش شدت اختیار کر گئی تھی، جس کا اظہار وہ اپنے شوہر سے گفتگو میں کرتیں۔ یہ کیفیت انسانی فطرت کے عین مطابق تھی، جس میں دل کا درد اور محرومی کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔[13]

علامہ طبری، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اس وقت تک کوئی اولاد نہ تھی اور حضرت سارہ علیہا السلام اس صورتِ حال پر رنجیدہ رہتی تھیں۔[14]

قربانی کا فیصلہ اور نکاحِ ہاجرہ کا مرحلہ

بڑھاپے میں حضرت سارہ علیہا السلام ایک ایسے مرحلے پر پہنچیں جہاں انہوں نے ذاتی جذبات پر بلند ہو کر اپنے شوہر کی خاطر قربانی دینے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ عورت فطری طور پر سوتن کے تصور کو قبول کرنے میں دشواری محسوس کرتی ہے، تاہم حضرت سارہ علیہا السلام نے اس فطری جذبے پر قابو پا کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے نکاح کا مشورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا۔ یہ فیصلہ نہ صرف ان کی بالغ نظری بلکہ ان کے ایثار اور اعلیٰ اخلاق کی بھی دلیل ہے۔[15]

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا کردار اور روحانی اوصاف

حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں آنے کے بعد سادہ طرزِ زندگی اختیار کیے ہوئے تھیں۔ تفسیری و تاریخی مصادر کے مطابق ان کا زیادہ تر وقت عبادت، نماز اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزرتا تھا۔ وہ اطاعتِ الٰہی اور فرماں برداری میں ممتاز تھیں اور ان کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے اور انہیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ ان کے دل میں ایمان کی حلاوت راسخ ہو چکی تھی، جو ان کے کردار اور طرزِ زندگی میں نمایاں نظر آتی ہے۔[16]

رضائے الٰہی اور دائمی اثرات

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اخلاص پر مبنی عبادت اور حضرت سارہ علیہا السلام کی بے مثال قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں خواتین کے کردار کو تاریخِ انسانیت میں بلند مقام عطا کیا، جس کے اثرات قیامت تک باقی رہیں گے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مادرِ اسماعیل اور مناسکِ حج کے عظیم شعائر سے وابستہ کر دیا گیا، جبکہ حضرت سارہ علیہا السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ اور انبیائے بنی اسرائیل کی جدہ ہونے کا شرف عطا ہوا۔ اس طرح زوجیت کے اس فیصلے نے حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں ایثار، رضا اور اللہ پر کامل اعتماد کی وہ کیفیت پیدا کی جو قرآنی تاریخ کا روشن باب بن گئی۔[17]

ولادتِ اسماعیل علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کا ردِ عمل

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ایک خوب صورت اور صالح بیٹے سے نوازا، جس کا نام اسماعیل رکھا گیا۔ ولادتِ اسماعیل کے موقع پر حضرت سارہ علیہا السلام نے حسد یا نفرت کے بجائے شکر اور مسرت کا اظہار کیا۔

انہوں نے اس بچے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نعمت اور اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سمجھا، بچے کو اپنی گود میں اٹھایا، محبت سے سینے سے لگایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اس منظر نے ان کے دل میں مزید عبادت، ذکر اور خشوع پیدا کر دیا، کیونکہ شکر انسان کو اللہ کے اور قریب کر دیتا ہے۔[18] ایک موقع پر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا سنی: **رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ**[19] (اے میرے رب! مجھے

صالحین میں سے اولاد عطا فرما) یہ دعا حضرت سارہ علیہا السلام کے لیے قلبی اطمینان اور رضائے الٰہی کا باعث بنی۔

دائمی اثرات اور تاریخی مقام

اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ علیہا السلام کی قربانی اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اطاعت کو قبول فرما کر دونوں خواتین کو تاریخِ انسانیت میں دائمی مقام عطا فرمایا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مادرِ اسماعیل اور مناسکِ حج کے عظیم شعائر سے وابستہ کر دیا گیا، جبکہ حضرت سارہ علیہا السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ اور انبیائے بنی اسرائیل کی جدہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ یوں یہ واقعہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ قربانی، رضا اور اللہ پر اعتماد وہ اوصاف ہیں جو انسان کو تاریخ کے صفحات میں زندہ رکھتے ہیں۔[20]

حضرت لیّاعلیہاالسلام زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ کا نام بعض روایات میں رحمتہ (رحمت) آتا ہے جب کہ جمہور اربابِ سیر آپ کا نام لیّا بتاتے ہیں۔ آپ ایک نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ آپ نے گوناگوں مصائب و آلام میں جس صبر و شکر کا مظاہر کیا اور پھر اپنے شوہر کی طویل بیمارے کے دوران میں ان کی خدمت اور فرماں برداری کا جو بے مثال نمونہ پیش کیا وہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ تابندہ رکھے گا۔ قرآن مجید میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر اختصار کے ساتھ ہوا ہے۔[21]

حضرت لیّا کی عبادت گزاری

حضرت لیّا علیہا السلام بھی عبادتِ الٰہی، صدقہ و خیرات اور نیکی کے دوسرے کاموں میں اپنے شوہرِ نامدار کے نقشِ قدم پر چلتی تھیں۔ ایک بار حضرت ایوب علیہ السلام پر سخت آزمائش کا وقت آپڑا۔ ان کے کھیت اور باغات آفاتِ آسمانی سے برباد ہوگیے، غلہ خانوں کو آگ لگ گئی اور اناج کا دانہ تک نہ بچا، سارے مویشی ایک وبا میں ہلاک ہوگیے۔ تمام بچے ایک چھت کے نیچے سو رہے تھے کہ زوردار آندھی یا کسی اور سبب سے چھت ان پر گر گئی اور بچے فوت ہوگیے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب بھی کسی سانحے یا

نقصان کی اطلاع دی جاتی وہ فرماتے، اس کی امانت تھی اس نے لے لی میرا کیا ہے۔ حضرت لیّا علیہا السلام کا بھی یہی حال تھا۔ وہ بھی ہر نقصان اور سانحے کو نہایت صبر اور حوصلے کے ساتھ برداشت کیے جا رہی تھیں۔ ان کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر سے تر رہتی تھی۔

آزمائش میں صابر و شاکر رہنا

حضرت ایوب علیہ السلام کی طویل علالت (بیماری) حضرت لیّا کے لیے زبردست آزمائش تھی۔ وہ اس آزمائش میں اس طرح پوری اتریں کہ شوہر کے کے طویل ابتلا میں برابر ان کی خدمت میں مصروف رہیں اور وفاشعاری، اخلاص، ہمت اور صبر واستقامت کے تحیر خیز نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے۔ وہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور شوہر کا پیٹ پالتیں، ان کو کھانا کھلائیں، پانی پلاتیں اور ان کے زخموں پر مرہم رکھتیں۔ دونوں میاں بیوی کو آزمائش پر پڑے ہوئے اٹھارہ برس گزر گیے تو ایک دن حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی (اپنے رب کو پکارا) الٰہی مجھے بیماری لگ گئی اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔[22] اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اور ان کی طویل بیماری میں صرف حضرت لیّا ہی ان کے ساتھ رہی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ صفوراء علیہا السلام

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے فرار ہو کر مدین پہنچے تو ایک کنویں پر دو خواتین کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو پلا رہی تھیں۔ قرآن نے اس منظر کو یوں بیان کیا:

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ[23]

"اور جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچے تو اس پر لوگوں کا ایک گروہ پانی پلا رہا تھا، اور ان کے سوا انہوں نے دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنی بکریوں کو) روک رہی تھیں۔ انہوں نے کہا:

تمہارا کیا معاملہ ہے؟ ان دونوں نے کہا: ہم پانی نہیں پلاتیں جب تک چرواہے (اپنے جانور) ہٹا نہ لیں، اور ہمارے والد بڑھاپے کی وجہ سے (یہ کام نہیں کر سکتے)۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی مدد کی، پھر ان کے والد نے انہیں اپنے گھر بلایا اور شادی کی پیشکش کی:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ[24]

"اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے اس شرط پر کردوں کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں کام کرو، اور اگر دس سال پورے کردو تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا، اور میں تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے، اگر اللہ نے چاہا، نیک لوگوں میں سے پاؤ گے۔"

تفسیر ابن کثیر میں یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے یا کم از کم ان کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔[25]

نام، نسب اور خاندانی پس منظر

قرآن مجید میں ان کا نام صراحتاً ذکر نہیں ہوا۔ تاہم تفسیری اور تاریخی مصادر میں مختلف نام ملتے ہیں:

- صفوراء / صفورا: یہ سب سے مشہور نام ہے جو یہودی اور اسلامی روایات میں پایا جاتا ہے۔
- صفوریہ: کچھ روایات میں یہ نام بھی ملتا ہے۔

تفسیر قرطبی کے مطابق ان کا نام صفوراء تھا، لیکن اصل توجہ ان کے اخلاق و کردار پر ہے، نام پر نہیں۔[26] وہ ایک صالح گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں جس میں نبوّت یا اللہ کی خاص رحمت موجود تھی۔ ان

کے والد کی شخصیت قرآن میں "الصالحین "(نیک لوگوں میں سے) کے الفاظ سے متصف کی گئی ہے۔ان کی بہن بھی اسی طرح با اخلاق اور باشعور تھیں۔

اخلاقی اوصاف اور شخصی کردار

(الف)حیا اور وقار:اسلامی عورت کا مثالی نمونہ

قرآن نے ان کے چلنے کے انداز کو خاص طور پر بیان کیا:

فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ[27]

"پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی"

امام قرطبی کے مطابق "یہ آیت عورت کے لیے حیا اور وقار کو بیان کرتی ہے۔ حیا ایمان کا حصہ ہے۔"[28] امام رازی کے مطابق "استحیاء کا لفظ اس اندازِ چال کو بیان کرتا ہے جو عفت، وقار اور سنگین مزاجی پر دلالت کرتا ہے۔"[29]

(ب)عقل و بصیرت: صحیح فیصلہ سازی

جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اپنے والد سے کہا:

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ[30]

"ان دونوں میں سے ایک نے کہا: اے میرے باپ! انہیں ملازم رکھ لیجیے۔ بہترین وہی ہے جسے آپ مزدور رکھیں جو طاقتور اور امانت دار ہو۔"

اس آیت سے درج ذیل پہلو واضح ہو رہے ہیں

1. بصیرت :انہوں نے مختصر ملاقات میں ہی حضرت موسیٰ کی شخصیت کے دو اہم پہلو پہچان لیے:
   - قوت جسمانی : کنویں کا پتھر ہٹانے سے
   - امانت داری : غیر عورتوں سے بات چیت کے ادب سے
2. معاشی فہم :وہ جانتے تھے کہ گھر کے کام کے لیے کس قسم کے شخص کی ضرورت ہے۔

3. شجاعت: خواتین ہونے کے باوجود اپنی رائے کا اظہار کرنا۔

(ج) صبر و قناعت: نبی کی شریکِ حیات ہونے کا حق ادا کرنا

نکاح کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے:

- 8-10 سال تک چرواہے کی زندگی گزاری
- سادہ اور محنت بھری زندگی بسر کی
- بعد میں نبوت کے بھاری بار کو اٹھایا

تفسیری روایات سے پتا چلتا ہے کہ ان کی زوجہ محترمہ نے ہر قسم کی سختی میں شوہر کا ساتھ دیا۔ سادگی اور قناعت کو اپنا شعار بنایا۔ نبوت کے بعد بھی وفاداری اور تعاون جاری رکھا۔[31]

مذکورہ بالا تفصیل واضح کرتی ہے کہ انبیائے کرام کے گھریلو اور ازدواجی معاملات بیان کرتے ہوئے بھی قرآن نے صرف انہی پہلوؤں کو نمایاں کیا جو اخلاقی تربیت اور فکری رہنمائی کے لیے ضروری تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ناموں اور زمانی تفصیلات کے بجائے کردار، نیت اور عمل کو مرکزِ توجہ بنایا گیا۔ اس اسلوب میں عورت کو محض ایک تابع یا غیر فعال وجود کے طور پر نہیں بلکہ ایک باوقار، باشعور اور فیصلہ ساز شخصیت کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو حالات کو سمجھتی ہے، رائے قائم کرتی ہے اور درست موقع پر درست قدم اٹھاتی ہے۔ ساتھ ہی پورے خاندانی نظام کو صالح، دیندار اور قابلِ احترام بنا کر پیش کیا گیا ہے، جس سے اسلام میں خاندان کے تقدس اور اجتماعی اخلاقی فضا کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ازدواجی زندگی عصری زندگی کے لیے ازدواجی انتخاب کے واضح اصول فراہم کرتی ہے۔ اس واقعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نکاح کا سب سے بنیادی معیار حسن، مال یا سماجی مرتبہ نہیں بلکہ کردار، دینداری اور امانت ہے۔ قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت اور امانت کو ان کی اہلیت کی بنیاد قرار دیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ شادی میں اخلاقی استحکام کو اولین حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ خاندانی پس منظر کی دینی اور اخلاقی کیفیت بھی نہایت اہم ہے، کیونکہ صالح

خاندان ہی صالح نسل کی بنیاد بنتا ہے۔ مزید یہ کہ شادی کو اسلام میں محض جذباتی تعلق نہیں بلکہ ایک ذمہ دارانہ معاہدہ تصور کیا گیا ہے، جس میں دونوں فریق کے حقوق اور فرائض واضح ہوتے ہیں اور باہمی احترام اس کی اساس ہوتا ہے۔

حضرت صفوراء علیہا السلام کی شخصیت آج کی خواتین کے لیے ایک ہمہ جہت رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی زندگی یہ پیغام دیتی ہے کہ عورت کے لیے دینی شعور کے ساتھ دنیاوی فہم بھی ضروری ہے، تاکہ وہ حالات کا درست تجزیہ کر سکے۔ ان کا حیا اور وقار اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ جدیدیت کے نام پر عفت اور اخلاقی حدود کو ترک کرنا ترقی نہیں بلکہ زوال ہے۔ انہوں نے مناسب اور مہذب انداز میں اپنی رائے کا اظہار کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام عورت کو خاموشی پر مجبور نہیں کرتا بلکہ حکمت کے ساتھ حق گوئی کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی طرح صبر اور قناعت ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے، جن کے ذریعے انہوں نے مادی آسائشوں پر روحانی سکون کو ترجیح دی۔

یہ واقعہ مردوں کے لیے بھی واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی محض سہولت یا راحت کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے اپنی ساس کے گھر کئی برس خدمت انجام دی، جو خاندانی تعلقات میں عدل، احترام اور وفاداری کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ نبی ہونے کے باوجود چرواہے کی سادہ زندگی گزارنا اس بات کی علامت ہے کہ عزت اور عظمت کا معیار دنیاوی شان و شوکت نہیں بلکہ تقویٰ اور محنت ہے۔

نتیجتاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت صفوراء علیہا السلام کی ازدواجی زندگی قرآنِ مجید میں ایک مکمل اخلاقی اور خاندانی نظام پیش کرتی ہے۔ اس نظام کی بنیاد دینداری، اخلاقی صفات، واضح معاہدے اور طویل المدت ذمہ داری پر قائم ہے۔ ان کی زندگی یہ اصول واضح کرتی ہے کہ شوہر اور بیوی باہمی تعاون سے گھر چلاتے ہیں، بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور مشکلات میں ایک دوسرے کا سہارا بنتے ہیں۔ حضرت صفوراء علیہا السلام کا کردار اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ اسلام میں عورت ایک معزز، باوقار اور مؤثر ہستی

ہے، جس کی رائے معتبر ہے اور جس کا صبر و وقار پورے خاندان بلکہ معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ ان کی زندگی ہمیں یہ جامع پیغام دیتی ہے کہ کامیاب ازدواجی زندگی اخلاق، دینداری، باہمی احترام اور صبر کے بغیر ممکن نہیں، اور یہ کہ عورت گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے بھی تاریخ ساز کردار ادا کر سکتی ہے، اگر اس کے پاس دینی بصیرت، عملی حکمت اور اخلاقی استقامت ہو۔

نتائج بحث

اس تحقیقی مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآنِ کریم نے انبیائے کرام کی زوجات کے کردار کو محض تاریخی تذکرے کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ انہیں ایک فکری، اخلاقی اور عملی نمونے کے طور پر پیش کیا ہے۔ قرآن کا اسلوب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ خواتین کا کردار دعوتِ حق، گھریلو استحکام اور اخلاقی تربیت میں نہایت بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ انبیائے کرام کی زوجات کے اخلاق، صبر، وفاداری اور ایثار نے نہ صرف ان کے ذاتی گھریلو ماحول کو مضبوط کیا بلکہ انبیائی مشن کے تسلسل میں بھی مؤثر کردار ادا کیا۔

یہ بھی سامنے آتا ہے کہ قرآن نے عورت کی قدر و منزلت کو نسب یا ازدواجی تعلق کے بجائے ایمان اور عمل کے معیار پر پرکھا ہے۔ بعض زوجات کو نمونۂ ہدایت کے طور پر پیش کیا گیا جبکہ بعض کے کردار کو عبرت کا ذریعہ بنایا گیا، جس سے یہ اصول مستحکم ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت کا مدار ذاتی تقویٰ اور اخلاقی رویّوں پر ہے۔ مزید یہ کہ انبیائے کرام کی زوجات کی زندگیاں خاندانی نظام کے استحکام، باہمی احترام اور ذمہ داری کے شعور کو نمایاں کرتی ہیں، جو کسی بھی صالح معاشرے کی بنیاد ہے۔

مطالعے سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ قرآن عورت کو ایک باوقار، باشعور اور فعال ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے، جو فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور حالات کے مطابق حکمت و بصیرت سے کردار ادا کرتی ہے۔ ان خواتین کے رویّے اس بات کا ثبوت ہیں کہ گھریلو دائرے میں رہتے ہوئے بھی عورت دعوت، تربیت اور اخلاقی اثرات کے ذریعے معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔

سفارشات

1. انبیائے کرام کی زوجات کے قرآنی کردار کو عصرِ حاضر کے خاندانی اور سماجی مسائل کے تناظر میں نصابِ تعلیم کا باقاعدہ حصہ بنایا جائے، تاکہ نئی نسل کردار، صبر اور اخلاقی استقامت کی عملی مثالوں سے رہنمائی حاصل کر سکے۔
2. بالخصوص خواتین کی دینی و اخلاقی تربیت کے لیے ان قرآنی نمونوں کو مربوط، مدلل اور سادہ اسلوب میں پیش کیا جائے، تاکہ وہ اپنے کردار اور ذمہ داریوں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔
3. ازدواجی زندگی سے متعلق قرآنِ کریم کے بیان کردہ اصولوں، جیسے باہمی احترام، ایثار، صبر اور ذمہ داری، کو معاشرتی سطح پر فروغ دیا جائے اور عوامی شعور کا حصہ بنایا جائے۔
4. نکاح کے مواقع پر کردار، دینداری اور اخلاقی اہلیت کو بنیادی معیار کے طور پر اجاگر کیا جائے، نہ کہ صرف معاشی حیثیت یا ظاہری معیار کو۔
5. خطباتِ جمعہ، دینی دروس اور مذہبی و تعلیمی پروگراموں میں انبیائے کرام کی زوجات کے کردار کو تحقیقی اور متوازن انداز میں بیان کیا جائے، تاکہ عورت کے بارے میں موجود یک رُخی یا غیر متوازن تصورات کا ازالہ ہو سکے۔
6. جامعات اور تحقیقی اداروں میں اس موضوع پر مزید علمی مطالعات اور تحقیقی منصوبوں کی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ قرآنی خاندانی تصور کو عصری سماجی چیلنجز کے ساتھ جوڑ کر مؤثر رہنمائی فراہم کی جا سکے۔
7. مسلمان خاندان، خصوصاً میاں بیوی، ان مقدس خواتین کے اخلاق اور رویّوں کو اپنی عملی زندگی میں اپنانے کی کوشش کریں، کیونکہ قرآن کے یہ نمونے روحانی سکون، خاندانی استحکام اور سماجی بہتری کا مضبوط ذریعہ بن سکتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، مولانا مشتاق احمد، معارف القرآن، (ادارۃ المعارف کراچی، طنا معلوم، ۲۰۱۰ء)، ج:۲، ص:۲۷۷۔

Maulana Mufti Muhammad Taqi Usmani, Maulana Mushtaq Ahmad, Ma'arif al-Qur'an, Karachi: Idarah al-Ma'arif, 2010-

[2] القرآن الکریم، الروم: آیت 21

Al-Qur'an al-Karim, Surah al-Rum, Ayah 21.

[3] سورۃ الاعراف: آیت 23

Surah al-A'raf, Ayah 23.

[4] احمد خلیل جمعہ، نساء الانبیاء، مترجم محمود احمد غزنفر، (نعمانی کتب خانہ لاہور، 2004)، ص:42۔

Ahmad Khalil Jumu'ah. Nisa' al-Anbiya'. Translated by Mahmud Ahmad Ghazanfar. Lahore: Na'mani Kutub Khanah, 2004.

[5] امام جلال الدین السیوطی، عبد الرحمٰن بن ابو بکر، جامع الأحادیث ، رقم حدیث:10383,ج:11، ص:121۔

Jalal al-Din al-Suyuti, 'Abd al-Rahman ibn Abi Bakr. Jami' al-Ahadith, Hadith no. 10383.

[6] احمد خلیل جمعہ، نساء الانبیاء، ص45

Ahmad Khalil Jumu'ah. Nisa' al-Anbiya.

[7] ایضاً، ص45-46

Ibid.

[8] سورۃ ھود، 71,72۔

Surah Hud, Ayat 71–72.

[9] ابنِ کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، (بیروت: دار الفکر، 1999ء)، ج:2، ص:451۔

Ibn Kathir, Isma'il ibn 'Umar,Tafsir al-Qur'an al-'Azim. Beirut: Dar al-Fikr, 1999.

[10] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 2006ء)، ج:9، ص:78۔

Al-Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an. Cairo: Dar al-Kutub al-Misriyyah, 2006.

[11] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (بیروت: دار الفکر، 1986ء)، ج:1، ص:159۔

Ibn Kathir, Isma'il ibn 'Umar, Al-Bidayah wa al-Nihayah. Beirut: Dar al-Fikr, 1986.

[12] ابنِ کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، ج:1، ص:154۔

Ibn Kathir, Isma'il ibn 'Umar, Al-Bidayah wa al-Nihayah.

[13] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 2006ء)، ج:9، ص:83۔

Al-Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami' li-Ahkam al-Qur'an. Cairo: Dar al-Kutub al-Misriyyah, 2006.

[14] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، (بیروت: دار الفکر، 2001ء)، ج:12، ص:47۔

Al-Tabari, Muhammad ibn Jarir, Jami‘ al-Bayan ‘an Ta’wil Ay al-Qur’an. Beirut: Dar al-Fikr, 2001.

[15] ابنِ حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، (قاہرہ: دار الحدیث، 2004ء)، ج:6، ص:410۔

Ibn Hajar al-‘Asqalani, Ahmad ibn ‘Ali, Fath al-Bari. Cairo: Dar al-Hadith, 2004.

[16] ابنِ سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، (بیروت: دار صادر، 1990ء) ج:1، ص:62۔

Ibn Sa‘ad, Muhammad ibn Sa‘ad, Al-Tabaqat al-Kubra. Beirut: Dar Sadir, 1990.

[17] ابنِ عاشور، محمد الطاہر، التحریر والتنویر، (تیونس: الدار التونسیۃ للنشر، 1984ء)، ج:7، ص:241۔

Ibn ‘Ashur, Muhammad al-Tahir, Al-Tahrir wa al-Tanwir. Tunis: al-Dar al-Tunisiyyah lil-Nashr, 1984.

[18] ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، ج:1، ص:161۔

Ibn Kathir, Isma‘il ibn ‘Umar, Al-Bidayah wa al-Nihayah.

[19] الصفات:100

Surah al-Saffat:100.

[20] البخاری، صحیح البخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب فضائل ابراہیم علیہ السلام۔

Al-Bukhari, Muhammad ibn Isma‘il, Sahih al-Bukhari. Kitab Ahadith al-Anbiya’, Bab Fada’il Ibrahim ‘alayhi al-salam.

[21] قرآن مجید میں چار مقامات پر حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر بیان ہوا ہے، سورۃ النساء کی آیت ۱۶۳ اور سورۃ الانعام کی آیت ۸۴ میں ان کا اسم گرامی دوسرے انبیائے کرام کے ساتھ آیا ہے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت ۸۴،۸۳ میں بیماری سے شفا پانے کے لیے ان کی دعا اور اس کی قبولیت کا ذکر ہے۔ سورۂ ص کی آیات ۴۱ تا ۴۴ میں اختصار کے ساتھ ان کے مصائب اور ان سے چھٹکارا پانے کا بیان ہے۔

[22] الانبیاء:۸۳۔

Surah al-Anbiya’: 83.

[23] القصص:23۔

Surah al-Qasas: 23.

[24] القصص:27۔

Surah al-Qasas: 27.

[25] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:6، ص:227۔

Ibn Kathir, Isma‘il ibn ‘Umar, Tafsir al-Qur’an al-‘Azim.

[26] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج:13، ص:291۔

Al-Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami‘ li-Ahkam al-Qur’an.

[27] القصص:25۔

Surah al-Qasas: 25.

[28] القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج:13، ص:287۔

Al-Qurtubi, Muhammad ibn Ahmad, Al-Jami‘ li-Ahkam al-Qur’an.

[29] الفخر الرازی، مفاتیح الغیب، ج:24، ص:198۔

Fakhr al-Din al-Razi, Mafatih al-Ghayb.

[30] القصص:26۔

Surah al-Qasas: 26.

[31] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:1، ص:279۔

Ibn Kathir, Isma‘il ibn ‘Umar, Al-Bidayah wa al-Nihayah.